A.N.R/56/56 REGD NO-L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

# ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۷ - شمارہ ۳۳ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم ستمبر ۱۹۶۸ء

اداریہ

## پریس رجسٹرار کی رپورٹ

پریس رجسٹرار کی ۱۹۶۷ء کی بابت رپورٹ شائع ہوگئی ہے۔ اس رپورٹ میں عام اخبار بینوں کے لیے عموماً اور اردو داں طبقے کے لیے خصوصاً خاصا دلچسپ مواد موجود ہے۔ یہ رپورٹ حال میں پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوئی۔

۱۹۶۷ء کے دوران اخباروں اور رسالوں کی تعداد میں ۷۰۱ کا اضافہ ہوا اور ان کی اشاعت میں دو لاکھ کا۔ ان رسالوں کو شامل کر کے جنھیں اخبار کہنا صحیح نہ ہوگا، مجموعی تعداد ۱۹۶۶ء کے ۱۰۹۷۷ کے مقابلے میں ۱۹۶۷ء میں ۱۱۶۷۸ تھی۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں اخباروں کی تعداد میں اضافہ ۶٫۸ فی صدی ہے اور ۱۹۶۲ء کی تعداد کو دیکھتے ہوئے ۲۵٫۹ فی صدی ہے۔ گویا پانچ سال میں ۲۵٫۹ فی صدی اضافہ ہوا ہے۔ یہ ہندوستان کے لئے دل خوش کن بات ہے۔

خوشی کی بات یہ بھی ہے کہ اس اضافے میں اردو بھی شریک ہے۔ ۱۹۶۷ء میں ہندوستانی پریس، ۶۴۲ روزناموں، ۲۶۹۷ ہفتہ وار اخباروں اور ۷۵۹۶ دوسرے رسالوں پر مشتمل تھا۔ ہندی کے اخباروں کی تعداد ۲۲۰۷ یعنی سب سے زیادہ تھی۔ اس کے بعد انگریزی کے ۱۹۵۸ اخباروں کا نمبر تھا۔ تیسرے نمبر پر اردو تھی جس میں اخباروں کی تعداد ۸۶۴ ہے۔ کئی سال سے اردو کا نمبر تیسرا ہے۔ بنگالی، مراٹھی، گجراتی، تامل، تلیگو، کنڑ، ملیالم، پنجابی، آسامی، سنسکرت، اڑیہ کے بعد سب سے آخر میں سندھی کا نمبر ہے۔ ۶۹۱ اخبار دو زبانوں میں اور ۱۶۸ اخبار دو سے زیادہ زبانوں میں شایع ہوتے ہیں۔ سنسکرت کے ۳۱ اخبار ہیں۔ اس فہرست سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں تین زبانیں ایسی ہیں جو ایک یا دو ریاستوں تک محدود نہیں بلکہ کل ملک میں پھیلی ہوئی ہیں یہ ہندی، انگریزی اور اردو ہیں۔ گویا ہندوستانی زبانوں میں ہندی کے بعد اردو کل ہند زبان کہی جا سکتی ہے۔

مہاراشٹر کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ وہاں سے سب سے زیادہ تعداد میں اخبار اور رسالے نکلتے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۷۵۲ ہے۔ اتر پردیش کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ اتر پردیش میں یہ تعداد ۱۴۰۶ ہے۔ یہ بات کسی طرح اتنی بڑی آبادی کی ریاست کے لئے باعث فخر نہیں ہے۔ ہاں مغربی بنگال اور دہلی کے رقبے اور آبادی کو دیکھتے ہوئے ۱۰۵۰ اور ۱۰۱۴ کی علی الترتیب تعداد یقیناً ان ریاستوں کے لئے قابل اطمینان ہے۔

اتر پردیش سے سب سے زیادہ روزنامے نکلتے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ سنسکرت میں کوئی روزنامہ نہیں ہے۔ یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کی پندرہ بڑی زبانوں کے علاوہ ۹۳ دوسری زبانوں میں بھی اخبار شایع ہوتے ہیں۔

ہر سال کچھ نئے اخباروں کا اضافہ ہوتا ہے اور کچھ بند ہو جاتے ہیں۔ اس سال کے دوران ۱۲۰۲ نئے اخبار جاری ہوئے اور ۳۶۹ بند ہو گئے۔ گویا اضافے کی رفتار برابر بڑھتی رہی ہے۔ یہ ملک کے لئے اچھی بات ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اضافے کے لحاظ سے بھی کل ہند زبانوں میں درجہ بندی برقرار ہے۔ سب سے زیادہ نئے اخبار ہندی میں نکلے۔ ان کی تعداد ۳۶۱ تھی۔ انگریزی میں نئے اخباروں کی تعداد ۲۱۳ تھی اور اردو میں ۱۲۹۔ انگریزی اور ہندی میں بند ہونے والے اخبارات کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اردو دوستوں کے لئے یہ اعداد بھی ہر طرح تسلی بخش ہیں۔

روزناموں میں سب سے زیادہ ہندی میں نکلتے ہیں۔ اس کے بعد اردو میں اور اس کے بعد انگریزی میں۔ سب سے زیادہ خریدار انگریزی روزناموں کے ہیں۔ اس کے بعد ہندی کا نمبر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ خریداروں کے لحاظ سے اردو کا نمبر دوسری کئی زبانوں کے بعد آتا ہے۔

ان اعداد وشمار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو کے اخباروں اور رسالوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ اگر اردو داں طبقہ اخباروں اور رسالوں کی خریداری کو اور زیادہ اہمیت دے تو خریداروں کی تعداد بھی تیزی سے بڑھ سکتی ہے۔ امید ہے کہ اردو دوست اس طرف خاص طور سے توجہ کریں گے تاکہ اردو زبان اور ترقی کر سکے۔ آج کی دنیا میں روزناموں کے دس بارہ ہزار خریدار، معیاری رسالوں کے چار پانچ ہزار خریدار اور کتابوں کے ایک ہزار کے ایڈیشن، کسی طرح کافی نہیں۔ دیکھنا ہے کہ کب اردو کا کوئی روزنامہ پچاس ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے اور کب پانچ پانچ ہزار کا ایک ایڈیشن روزمرہ کی بات ہوتا ہے۔

---

## کالی کٹ یونیورسٹی میں

### اردو کا شعبہ

ترویندرم۔ کیرالا کے وزیر تعلیم جناب محمد کویا نے کالی کٹ یونی ورسٹی کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اعلان کیا کہ اس یونی ورسٹی میں اردو، فارسی، عربی، تامل اور کنڑ کے خاص شعبے قائم کئے جائیں گے۔ (دستگیر)

## شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی میں

### اردو سرٹیفیکیٹ کورس

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں اردو مختلف جماعتوں میں لازمی اور اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے لیکن بعض طلبہ کو شوق رکھنے کے باوجود اردو سیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس ضرورت کے پیش نظر شعبۂ اردو نے اس سال سے سرٹیفیکیٹ کورس کی کلاسیں شروع کی ہیں۔ یہ جز وقتی ایک سالہ کورس ہے۔ اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ غیر ملکی اور ہندوستانی طلبہ جو یونی ورسٹی کے کسی اور کورس میں اردو نہیں پڑھ سکتے اور اردو زبان سیکھنا چاہتے ہیں وہ اس زبان کا کچھ علم حاصل کر سکیں۔ اس سال ۱۴ امیدواروں نے داخلہ لیا ہے۔ (رفتار)

علقمہ شبلی

## غازہ

لہو آج پھر بہہ رہا ہے
زمیں تو زمیں، آسماں سرخ ہے
دیارِ اشوکا میں پھر رقصِ ابلیس کا ہے
چمن زارِ گوتم میں ہیں چاک در چاک کلیاں
زبانِ میر و غالب کی اب کشتنی ہے
نگارِ وطن در پہ جمہور کے سرنگوں ہے

مگر اے شہیدانِ اردو!
تمہارا لہو
چراغِ سرِ رہگذر ہے
شعاعِ گراں بہرِ فکر و نظر ہے
پیامِ طلوعِ سحر ہے
تمہارے لہو سے
لبِ وقت پر آ گیا ہے تبسم
عنادل نے پایا ہے ذوقِ ترنم
زبانِ خموشی نے سیکھی ہے طرزِ تکلم

یقیں ہے، لہو یہ تمہارا
رخِ میر و غالب کا غازہ بنے گا
جبینِ وطن کا ستارہ بنے گا

## مسلم یونیورسٹی میں انجمن اساتذۂ اردو جامعات ہند کی تیسری کل ہند کانفرنس

انجمن اساتذۂ اردو جامعات ہند کی پہلی کل ہند کانفرنس دہلی میں اور دوسری کل ہند کانفرنس سری نگر میں منعقد ہوئی تھی۔ اب تیسری کل ہند کانفرنس شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے زیر اہتمام علی گڑھ میں ۲۰، ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو منعقد ہو رہی ہے۔ (رفتار)

## شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی میں ماریشس کے طالب علم کا داخلہ

اس سال جن طلبہ نے اردو ایم اے میں داخلہ لیا ہے ان میں ماریشس کے ایک طالب علم عنایت حسین عیدون بھی شامل ہیں۔ عنایت حسین عیدون نے اسی سال علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے فرسٹ ڈویژن بی اے پاس کیا ہے۔ بی اے میں ان کے اختیاری مضامین میں، اردو ادب بھی شامل تھا۔ عیدون صاحب ماریشس کے بہت سے فرانسیسی رسائل کے اعزازی نامہ نگار ہیں اور ہندوستان کی تہذیبی و ادبی زندگی پر مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انھوں نے غالب کی حیات و شاعری پر فرانسیسی میں مفصل مضمون لکھا ہے۔ آج کل وہ غالب کے منتخب کلام کا فرانسیسی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

## حسرت موہانی چوک

بمبئی میونسپل کارپوریشن میں کارپوریٹر محمد انصاری نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ ناگپاڑہ چوک کا نام بدل کر حسرت موہانی چوک رکھا جائے۔ میونسپل کارپوریشن کی آئندہ نشستوں میں اس تجویز پر غور کیا جائے گا۔

## احمد ندیم قاسمی کو اعزاز

راولپنڈی۔ پاکستان کے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے قابل فخر کارکردگی پر اردو کے مشہور شاعر و ادیب جناب احمد ندیم قاسمی کو صدارتی تمغہ اور دس ہزار روپیہ بطور اعزاز عطا کیا ہے۔

رحمٰن حمیدی

# مولانا آزاد کا اسلوب نگارش

مولانا ابوالکلام آزاد نہ صرف مایۂ ناز ادیب و خطیب تھے بلکہ جید عالم اور گہوارۂ علم و فن کے مالک تھے۔ مرحوم کی ادبی تصانیف اور نگارشات کے مطالعہ سے عالمانہ گہرائی اور بے مثال لیاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرحوم کی تحریر اس دور میں بھی قاری کو نئے فکر و خیالات اور ذہنی مد و جزر سے روشناس کرتی ہے۔ اور مستقبل کے اثرات کی طرف بڑی کامیابی سے نشاندہی کرتی ہے۔ مولانا نے تحریر و تقریر کا جو انداز اپنایا تھا، وہ بالکل جدید اور منفرد تھا جس سے اہل قلم حضرات نے مولانا کی انداز نگارش کو اپنایا۔

مولانا کی تحریر بے باکی اور حق گوئی کے ساتھ ساتھ نازک خیالی اور ذہنی شیرینی پر مشتمل ہے۔ مولانا نے ادبی تخلیق کی جو روح پھونکی تھی اس سے زیادہ تر ادیب متاثر ہوئے اور اکثر لوگوں نے مولانا کی بزم میں شریک ہو کر شہرت و ناموری کے آسمان پر جلوہ گر ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حالات اور تقاضائے وقت کی وجہ سے مولانا کو براہ راست میدان سیاست میں آنا پڑا جس کی وجہ سے انداز نگارش میں تبدیلی آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کی تخلیقی ادب کا زمانہ بہت مختصر رہا لیکن اس قلیل عرصے میں جو نادر و نایاب جواہرات مولانا نے اردو ادب کو دیئے ہیں، وہ قابل صد آفریں اور گوہر بے مثال ہے۔ آسمان علم و ادب پر یہ جواہر ریزے ہمیشہ درخشاں ستارے کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اور اردو ادب ہمیشہ مولانا کی بے مثل تصانیف پر نازاں رہے گا۔ اسی لئے مولانا کی ادبی تصانیف پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ دو امور کی طرف توجہ کی جائے، اول تو ہم اس تحریر کے آئینے میں جسے مولانا نے پیش کیا ہے ان کی فطرت اور شخصی تاثرات کا صحیح عکس تلاش کریں آپ یقین کیجئے اہل قلم کی باطنی زندگی کی معلومات کے لئے مصنف کی تحریروں کے پردوں کو ہٹانا اشد ضروری ہے کیونکہ اس کی تہہ میں مصنف کی زندگی کے ایسے رموز ہوتے ہیں جو فنکار کی تحریر کے پس منظر کو مکمل طور پر پیش کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نفسیاتی اثرات کو بطور زندگی پیش کرنا چاہئے عام طور سے تحریر اور مفہوم کی ترجمانی ہوتی ہے لیکن اس کے پس پشت فکر و نظر کی جو روح پوشیدہ ہوتی ہے اس سے ناآشنا رہتے ہیں اور اس طرح کسی ادب پارے کی ترجمانی ناقص اور غیر مکمل رہتی ہے۔ عام طور سے نقاد یہ بتانے میں پورے طور پر کامیاب ہوتے ہیں کہ فن کار نے کیا لکھا ہے اور کیا تحریر کیا ہے لیکن یہ بتانے سے قاصر رہتے ہیں کہ فن کار نے کیوں اور کن حالات میں لکھا ہے۔ فنکار کے ادب میں فنکار کی نفسیاتی زندگی کا عکس تلاش کئے بغیر لکھے ہوئے اوراق پر تنقیدی جائزہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کسی انسان کے جسم کی تصویر تو کھینچ لیتے ہیں لیکن اس کے دل و دماغ کی حقیقت سے ناواقف رہتے ہیں آرائش جسم و لباس کے بیان میں باطن اور روح کے کسی گوشے میں نہیں پہنچتے ہیں جو ادیب کے قلم کو زندگی بخشتا ہے۔ ادیب اور اس کا فن تنقید میں دو جداگانہ عناصر نہیں ہوتے کہ ان میں کسی ایک کا تجزیہ علیحدہ کیا جائے وہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ کسی ایک کے بغیر دوسرا مکمل نہیں ہوتا۔ مولانا کی مرکب اور غیر معمولی شخصیت کو پیش نظر رکھ کر ان کے ادب کا تجزیہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ مبصر یا نقاد کا اولین فرض ہے کہ مولانا کی تحریروں کا ہر عکس جس طرف جلوہ ریزی کر رہا ہے اس کی مکمل ترجمانی کریں۔ مولانا کی ذاتی اور عوامی زندگی کے حقائق کی تلاش و جستجو کریں۔ ان کی تحریر کے پس منظر میں نفسیاتی خد و خال کو تلاش کریں۔ اس کے بعد مولانا کے ادبی پہلو پر کوئی رائے قائم کریں۔

بعض تصانیف ایسی ہوتی ہیں کہ مصنف سے الگ اپنی حیثیت قائم کر لیتی ہیں کوئی ان کے مصنف کو جانے یا نہ جانے انھیں ضرور جانتا ہے ایسے فنکاروں کو اپنے فن پر عبور نہیں حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ فن کے محتاج ہوتے ہیں لیکن مولانا کی تصانیف کے ساتھ ایسی خصوصیت نہیں ہے ان کی تصانیف میں فن اور فنکار دونوں مکمل طور پر نمایاں ہیں ان کی کسی تصنیف کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مولانا سے جداگانہ کسی مقام پر پہنچی ہو بلکہ مولانا کی شخصیت اور پر تو نے تصانیف کو بلندیوں پر پہنچایا۔ مولانا کی ہمہ گیر شخصیت کا اثر ان کی تحریر میں نمایاں ہے وہ صاف، سادہ پر زور اور موج رواں کی طرح لکھتے تھے، قاری تحریر کی روانی میں بہہ جاتا ہے اور عقل و خرد سیراب ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ہم عصر فنکار سید سلیمان ندوی، عبدالحق، نیاز فتحپوری، محی الدین قادری زور وغیرہ سے بالکل منفرد اور جداگانہ تھے مولانا نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے وہ پورے طور پر اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ انھوں نے بڑی کامیابی سے اپنی ادبی کاوشوں کو پیش کیا ہے۔ جس کی تائید عام قاری کے علاوہ اہل فن نے بھی کی ہے۔

ایک عظیم فنکار اپنے قلم سے بہت سی تصانیف عمل میں لاتا ہے، لیکن ان میں سے چند ہی تصانیف ایسی ہوتی ہیں جو فنکار کو زندہ جاوید بنا دیتی ہیں اس کے فن کے کمالات کا آئینہ اور اس کے فن کی معراج ہوتی ہے وہ ایک بار خود کو پاتا ہے اور ایک ہی بار اپنے آپ کو حاضر کرتا ہے یا اپنے آپ کو پیش کرتا ہے چند فنکاروں کی ابتدائی تصانیف میں ایسے اشارات صاف نمایاں ہیں ہلکا ہلکا دھندلکا نظر آتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس دھندلکے سے صبح کی سفیدی نمودار ہوتی ہے تب کہیں جا کر خیال و زبان کا توازن شخصیت اور فنی شعور کا کامیاب اتصال ہوتا ہے ایسے فنکار عمر کے ساتھ شعور فنی میں ترقی کرتے ہیں وہ ضعیف ہو جاتے ہیں لیکن ان کا فن مائل بہ تنزل کبھی نہیں ہوتا۔ ان کا فن جوان، بہیم جوان ہر دم جوان رہتا ہے یہ خصوصیت مولانا میں تھی ان کا فن اور انداز نگارش ہر موڑ پر مائل بہ عروج تھا وہ ہمیشہ ترقی پذیر رہے اور ایک ایسی منفرد اور جدید اسلوب نگارش سے اردو ادب کو نوازا کہ اہل فن چونک پڑے بعض نے ان کے آبدار موتیوں سے اپنی جھولی بھر لی اور کچھ اہل قلم کی آرزو رہی کہ وہ بھی مولانا کی بزم میں شریک ہو کر کچھ حاصل کرتے۔ قاضی محمد عبد الغفار

نے لکھا ہے: "اردو ادب کی محفل جو مولانا نے آراستہ کی تھی اس کے ایک گوشے میں کوئی مقام حاصل کرنے کی آرزو میرے دل کے ایک گوشہ میں جس خلوت نشیں تھی لیکن سیاسی دار و گیر کے ہنگاموں میں ساری محفل درہم برہم ہوگئی۔ اور کچھ اس طرح درہم برہم ہوگئی کہ ادب کا وہ صاحب کمال آرٹسٹ اپنی سیاسی قیادت کی ناموری اور شہرت میں گم ہو گیا!"

زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ فنکار سماج کے دباؤ یا زمانے کے اقتضا سے دب کر خود کو وقت کے دھارے پر ڈال دیتا ہے وہ بجائے قومی، اخلاقی اور مذہبی اصلاح کے خود زمانے کے رنگ میں ڈوب جاتا ہے اور اپنے وقت کا ایک زبردست آلہ بن جاتا ہے اس کی عام وجہ یہ ہے کہ جس قدر سوسائٹی کے خیالات اس کی رائیں، اس کی عادتیں اس کے رسم و رواج اس کا میلان اور اس کا مذاق بدلتا رہتا ہے اسی قدر فنکار کے تخلیق کی ہیئت بدلتی رہتی ہے یہ تغیر چونکہ رفتار زمانہ کے مطابق ہوتا ہے عام قاری کو اس کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ اقتضائے وقت کے خلاف اس کے سامنے کوئی چیز نہیں آتی سوسائٹی کی حالت دیکھ کر فنکار اپنے قلم کو زمانے کے رنگ میں ڈھال دیتا ہے یا یوں کہیے سوسائٹی کے ساتھ ساتھ وہ خود بدل جاتا ہے لیکن مولانا نے سوسائٹی اور حالات کے منجدھار پر خود کو ڈالنے کے بجائے اپنے زور قلم سے حالات کا رخ پھیر دیا اور زمانہ کے اندر تغیر برپا کر دیا اپنے وقت اور زمانے کے اندر انقلاب برپا کر دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایک قوم عرصہ دراز تک ترقی کے زینے پر گامزن رہتی ہے اور اس کے بعد ترقی مسدود ہو جاتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ ترقی کیوں مسدود ہو جاتی ہے یہ اسی وقت مسدود ہوتی ہے جبکہ اس قوم میں سے وہ قوت اٹھ جاتی ہے جس کے سبب سے نئی نئی قومیں پیدا ہوتی ہیں ایسے دور میں وقت کا ایک نباض مفکر ہوتا ہے جو اپنی تحریر، تقریر یا خطابت سے قوم کو بیدار کر کے آنے والے خطرات سے آگاہ کرتا ہے اور قوم کے اندر اپنی فنکارانہ صلاحیت سے وہ روح پھونک دیتا ہے کہ قوم بیدار ہو جاتی ہے اور قوم مستقبل کے خطرات سے واقف کار ہو کر دفاع کی تیاریاں کرنے لگتی ہے۔ مولانا آزاد کی شخصیت ایسی ہی تھی جس نے ہر نازک اور سنگین موقع پر قوم کی باگ ڈور سنبھالی اور عوام کو آنے والے خطرات سے ہمیشہ خبردار رکھا۔


ڈاکٹر تاراچند کی مشہور کتاب

# اہل ہند کی مختصر تاریخ

ہائی اسکول کے طالب علموں کے لئے ۵/۵۰

ملنے کا پتہ
اردو اکیڈمی دلی رجسٹرڈ
۱۸۰۴ کلاں محل، دہلی


اسلام الدین قریشی

# ہماری زبان میں غالب

یہاں جنوری ۱۹۶۹ء سے کر اب تک ہماری زبان میں غالب سے متعلق خبریں، مراسلے اور مضامین و اداریوں کا اشاریہ دیا جا رہا ہے۔

| | | رپورٹر / جگہ | تاریخ |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ بوسط فروری میں یوم غالب منایا جائے گا۔ | دہلی | ۱-۱-۶۹ |
| ۲۔ | غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلے کے کام (اداریہ) | علی گڑھ | ۱۵-۲-۶۹ |
| ۳۔ | پاکستان میں غالب کی صد سالہ برسی | کراچی | " |
| ۴۔ | غالب کی صد سالہ یادگار۔ | دہلی یونیورسٹی | " |
| ۵۔ | غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں | اسمٰعیل احمد مینائی | " |
| ۶۔ | پاکستان میں مرزا غالب کی صد سالہ برسی منانے کا پروگرام | لاہور | ۲۲-۳-۶۹ |
| ۷۔ | غالب کے صد سالہ جشن یادگار میں سوویت ادیبوں کو شرکت کی دعوت | دہلی یونیورسٹی | ۱-۳-۶۹ |
| ۸۔ | راشٹرپتی ایسوسی ایشن ہوڑہ کی حشمت گنج ادبی نشست (غالب اور اقبال) | | ۸-۳-۶۹ |
| ۹۔ | انجمن ترقی اردو دہلی کے تحت یوم غالب | دہلی | ۸-۳-۶۹ |
| ۱۰۔ | انجمن ترقی اردو شاخ انبالہ کے زیر اہتمام یوم غالب | انبالہ | ۱۵-۳-۶۹ |
| ۱۱۔ | مرزا غالب کی ایک اردو تقریظ | دیویندر پرشاد سکسینہ جہانگیری | ۲۲-۴-۶۹ |
| ۱۲۔ | غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں | رباب رشیدی نجم الحسن انجم | ۱-۵-۶۹ |
| ۱۳۔ | انجمن کے سالانہ جلسے (اداریہ) (د غالب کی صد سالہ برسی ۔ کتابیں بھی شائع ہوں گی) | علی گڑھ | ۱-۵-۶۹ |
| ۱۴۔ | ماسکو میں اردو سے دلچسپی ۔ غالب کے جشن صد سالہ کی تیاریاں | ماسکو (روس) | ۸-۵-۶۷ |
| ۱۵۔ | غالب کے جشن صد سالہ کے لیے بین الاقوامی تعاون کی کمیٹی | مرکزی کمیٹی دہلی | ۱۵-۵-۶۷ |
| ۱۶۔ | غالب کی ایک اردو تقریظ (مراسلہ) | مختار الدین احمد | ۱۵-۵-۶۷ |
| ۱۷۔ | امریکہ میں غالب کی صد سالہ برسی کا پروگرام | چودھری محمد نعیم شکاگو یونیورسٹی | ۲۲-۶-۶۷ |
| ۱۸۔ | مرزا غالب کا صد سالہ جشن۔ ایشیا اور یورپ کے تمام ادبی ادارے مدعو کئے جا رہے ہیں | قومی آواز لکھنؤ | ۲۲-۹-۶۷ |

(باقی آئندہ)

خلیل الرحمٰن اعظمی

# رفتار

اب سے کوئی سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے نیا دور (کراچی) اور سوغات (بنگلور) میں ایک نوخیز و نوعمر شاعر ساقی فاروقی کی بعض نظموں نے پڑھنے والوں کو چونکایا تھا۔ اس لئے نہیں کہ ان نظموں میں ہیئت یا اسلوب کا کوئی ایسا تجربہ تھا جو اپنے انوکھے پن کی وجہ سے پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے یا ان کے لیے حیرانی و سراسیمگی کا باعث بنتا ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ ان نظموں میں آج کے نوجوان کا روحانی کرب اور اس کی شدید ذہنی الجھن ایک ایسے تخلیقی سانچے میں ڈھلتی ہوئی معلوم ہوئی تھی جو خاص حد تک مانوس ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر تازگی اور ندرت کا پہلو رکھتا تھا۔

میں تلک زاد اپنے اندر سے
ٹوٹتا جا رہا ہوں روز بروز
(شکست کی آواز)

اے ہوائے خوش خبر اب ترنگ دے
میری جیب و آستیں کو خوش رنگ دے
میری عمرِ گریز روش مجھ سے کہہ رہی ہے تو
اک طلسم ہے تجھے توڑنا ضرور ہے
(انہدام)

پابند نظم میں یہ لہجہ اپنے اندر ایک نئی نوک اور نئی دھار رکھتا ہے۔ فیض اور اختر الایمان کی طرح ان نظموں میں اپنے اندر ڈوبنے اور ابھرنے کا وہ انداز ملتا ہے جو شخصی تجربے کے بغیر ممکن نہیں۔

پھر ایسا ہوا کہ ساقی فاروقی نئی نسل کا علم اٹھائے ہوئے "برہم نوجوانوں" کی صف میں نظر آنے لگے۔ انتظار حسین نے "ادب لطیف" میں ان کی کچھ نثری تحریریں شائع کیں جن میں بار بار ایلیٹ اور پاؤنڈ کے ناموں کا حوالہ دیا جاتا اور اپنے بزرگ معاصرین پر طنز و تعریض بھی ہوتی۔ ان کے اس رویے پر کچھ لے دے بھی ہوئی۔ پاکستان میں شاعری کے جدید اور جدید تر اسالیب اور تجربوں کا ایک سیلاب سا امنڈ پڑا۔ افتخار جالب، جیلانی کامران، عباس اطہر، انیس ناگی، گوہر نوشاہی، اختر احسن اور اس طرح کے کئی ایسے شاعر سامنے آئے جن کی نظر میں راشد اور میراجی بھی آؤٹ آف ڈیٹ ہو گئے۔ غالباً انھیں دنوں ساقی فاروقی اعلیٰ تعلیم کی غرض سے لندن چلے گئے۔ لندن سے انھوں نے ادبی مسائل پر ایک مضمون لکھا تو مجھے حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی۔ اس مضمون کے بعض فقرے خاص طور پر قابل توجہ تھے۔

"اگر کسی ایسے لہجے سے ملاقات ہو جاتی ہے جس سے پرانے لکھنے والے گزر چکے ہیں اور میرے لیے اس لہجے کو لفظوں میں قید کرنا ناگزیر ہے تو چراغ سے چراغ جلا لیتا ہوں مگر میں اس میں اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ایسی سچائی بھی ملانے کی کوشش کرتا ہوں جسے صرف میں نے محسوس کیا ہو مگر اس کو جسے صرف میں لفظوں کی شکل دینے کا گنہگار ہوا ہوں۔ اس بات کو روایت سے رشتہ سمجھتا ہوں اور اردو کے پرانے لکھنے والوں میں اپنی جڑوں کا سراغ پاتا ہوں۔ شاید اس لئے کہ میں کائی کی طرح زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

"یہ جھوٹ ہے کہ اردو کا لکھنے والا فرانسیسی ادب پڑھ کر لکھنا شروع کر دے یا انگریزی میں لکھنے والا صرف جاپانی ادب پڑھ کر لکھنا شروع کر دے۔ ہر لکھنے والے کا یہ جاننا ضروری ہے کہ اس نے اپنے ادب میں کہاں تک سفر کیا ہے ورنہ اس کا لکھنا بے معنی ہو گا۔ ستاروں کی چال عجیب ہے ملٹن کے بغیر ٹی، ایس، ایلیٹ کا تصور محال ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ لکھنے والے نے پہلے اپنا ماضی چھانا ہو اور اپنے ادب کے بارے میں کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو، دوسری زبان کی طرف چلے جانے میں بھٹکنے کے امکانات زیادہ ہیں اور اگر کسی ادب پر ایسا برا وقت آ پڑے کہ اس کے لکھنے والے دوسری تہذیب میں سانس لینا زیادہ پسند کریں تو سمجھئے یہاں

آفتاب شمسی

## غزل

زخمِ دل سب سے چھپا لینا اور آنسو پینا
کتنا مشکل نظر آتا ہے ہمیں اب جینا
رات کے ہاتھ میں یوں چاند نظر آتا ہے
جیسے تھامے ہوئے کشکول کوئی نابینا
لفظوں کے راستے سے دل میں اترنے کے لئے
عمر لگ جاتی ہے تب بنتا ہے جا کر زینہ
زندگی اپنی کوئی منظر ہے جیسے دن رات
اشک آنکھوں میں لئے چھیڑ رہیں ہو سینا
حسرتوں کو نئے ارمانوں میں کر کے ملبوس
آئینے ہی کو دکھا دیتے ہیں ہم آئینہ
یاد یوں آئی ہے آج اس کی دلاسہ دینے
جیسے غربت میں ملے دوست کوئی دیرینہ
ایک ہی درد سے ملتی رہی تسکین مجھے
ایک ہی درد سے جلتا رہا میرا سینہ
تم جو مرنے کی تمنا میں جیا کرتے ہو
ٹھان لو جی میں تو مشکل بھی نہیں ہے جینا

کے بعد ایک نئی نسل پیدا ہوگی اور بونوں اور بالشتیوں کا ادب میں ڈھیر لگ جائے گا اور ادب کسی رمز آشنا کے انتظار میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا:

"دوسری زبان کا ادب روشنی اسی وقت دکھاتا ہے جب اپنے چراغ پر گرفت مضبوط ہو یہ بات اور مضحکہ خیز ہو جاتی ہے جب سارتر اور پونڈ یہ کہہ رہے ہوں کہ ہمارے سوتے خشک ہو چلے ہیں اور ہماری آنکھیں مشرق کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور مشرق انھیں سے خیال اور اسلوب کی بھیک مانگے۔"

ساقی فاروقی ابھی لندن ہی میں مقیم ہیں۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام "پیاس کا صحرا" چند ماہ پہلے پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ میرے نزدیک یہ ان چند مجموعوں میں سے ہے جن میں جدید نظم اور جدید غزل کا تخلیقی اور مثبت تصور ملتا ہے۔ جدید شاعری کے لبادہ آج بہت سے ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو صحیح معنوں میں تخلیقی شخصیت نہیں رکھتے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو دراصل متشاعر ہیں یا فیشن و تقلید کا روگ انھیں ایسا لگ گیا ہے کہ وہ اپنی اصل شخصیت اور مزاج کو فراموش کر کے صرف نئے شاعر کہلوانے کے لئے ادبی طور پر نئی شاعری کا نادر ملا یا نسخہ استعمال کر رہے ہیں۔ ان شعرا کا کلام خواہ اپنے اندر کتنا ہی انوکھا پن رکھتا ہو اس لطف و اثر سے خالی ہوتا ہے جو شاعری کا پہلا اور بنیادی مطالبہ ہے۔ نئی شاعری کے مخالفین انھیں کو مثال کے طور پر پیش کرتے رہتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نوع کی شاعری ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے متشاعروں اور مقلدوں سے ادبی تاریخ کا کوئی دور خالی نہیں رہا ہے یہ ضرور ہے کہ فیشن بدلتے رہتے ہیں۔

ساقی فاروقی نے اپنی جڑیں تلاش کر لی ہیں اور روایت سے ان کا رشتہ مضبوط ہے مگر ان کی شاعری آج کی شاعری ہے۔ رویے کے اعتبار سے بھی اور اسلوب بیان کے اعتبار سے بھی انھوں نے پابند نظمیں بھی لکھی ہیں، آزاد نظم کو بھی برتا ہے اور غزلیں بھی کہی ہیں مگر ان تمام اسالیب اور سانچوں میں شاعر کا بنیادی مزاج اور اس کا لہجہ پہچانا جاتا ہے۔ ساقی کی شاعری فرد کے المیے کی شاعری ہے جو جدید دور کے انسان کو ٹوٹتے، بکھرتے اور نئی نئی شکلوں میں جنم لیتے ہوئے اس نے اپنے اندر محسوس کیا ہے۔

میں بال روموں میں بکھر رہا ہوں شراب خانوں میں جل رہا ہوں
جو میرے اندر دھڑک رہا تھا وہ مر رہا ہے
(نوحہ)

ناچ اے رات کی بانہوں میں سسکتے ہوئے شہر
مرتے جاتے ہیں کلب جاز کی تانیں ہوئیں صلب
صبح کی چاپ سے اندھے ہوئے جلتے ہوئے بلب
(کاسنی روشنی)

اور دھوئیں کی شال میں لپٹا شہر سسکتا ہے کہ نہیں
اس پتھروں کی جھیل میں دل کا کنول اکیلا ہے کہ نہیں
(مس اشاپ)

اور غزل کے یہ اشعار دیکھئے۔

میں وہ مردہ ہوں کہ آنکھیں مری زندوں جیسی
بین کرتا ہوں کہ میں اپنا ہی ثانی نکلا

میں وہی دشت ہمیشہ کا ترسنے والا
تو مگر کون سا بادل ہے برسنے والا
سنگ بن جانے کے آداب سکھائے جائیں
دل عجب غنچۂ نورس تھا کھلنے والا

بجھے لبوں پہ ہے بوسوں کی راکھ بکھری ہوئی
میں اس بہار میں یہ راکھ بھی اڑا دوں گا

اب گھر بھی نہیں گھر کی تمنا بھی نہیں ہے
مدت ہوئی سوچا تھا کہ گھر جائیں گے اک دن

ترے وصال کی خوشبو سے بڑھتی جاتی ہے
نہ جانے کون سی دیوار درمیاں میں ہے
مگر یہ لوگ بھلا کس لئے اداس ہوئے
یہ کیا طلسم بہاروں کی داستان میں ہے

سائے کے تعاقب میں گنوائی ہے مگر عمر
ہر سمت وہی ایک صدا لے گئی ہم کو

وہ اندھیرا ہے کہ تنہائی سے ہول آتا ہے
سارے بچھڑے ہوئے لوگوں کو صدا دو کوئی
ایک مدت سے چراغوں کی طرح جلتی ہیں
ان ترستی ہوئی آنکھوں کو بجھا دو کوئی

میں آنسوؤں میں نہایا ہوا اکھڑا ہوں ابھی
جنم جنم کا اندھیرا پکار رہا ہے مجھے

ساقی فاروقی کا یہ مجموعہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ حقیقی معنوں میں جدید شاعروں اور فیشن کے طور پر انوکھی اور بے ربط سی نظمیں لکھ کر جدید شاعری کا علم اٹھانے والوں کے درمیان امتیاز کی بے حد ضرورت ہے۔ ترقی پسند تحریک کے دور عروج میں بھی ایسے شاعروں اور نقادوں کا ایک گروہ تھا جو شاعر کو ایسی مشین سمجھتا تھا جس کے اندر صحت مند خیالات، رجائیت

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مراسلات

## غالب صدی

غالب کی "ڈیتھ سینٹینری" کے لئے اردو میں عام طور پر "جشن صد سالہ" اور "سوویں برسی" کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ یوم وفات کی تقریبات کو جشن کا روپ دینے کو دے دیا جائے لیکن ان کو جشن سے موسوم کرنا صحیح نہیں ہے۔ سوویں برسی اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن اس سے انگریزی کی طرح کئی مطلوبہ مرکبات نہیں بنتے۔ اصل دقت یہ ہے کہ اردو میں انگریزی لفظ "سینٹینری" کے لیے کوئی مقررہ لفظ نہیں ہے اور اس کے ساتھ حسب ضرورت "پیدائش" اور "وفات" کو جوڑنا اور بھی مشکل ہے۔ ہندی میں بالکل انگریزی طرز پر ترجمے کر لئے گئے ہیں اور شتابدی، جنم شتابدی اور مرتیو شتابدی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کیا اچھا ہو کہ اس موقعے پر اردو میں بھی مناسب ترجمے کر لئے جائیں۔

میرے نزدیک "سینٹینری" کے لئے "صدی" کا لفظ آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ "پیدائش صدی" اور "وفات صدی" کی ترکیبیں بظاہر اردو میں میل نہیں کھاتیں لیکن غور طلب ہیں کیونکہ دوسری زبانوں کے مرکبات کے بعض ترجموں میں اصل کی ساخت کو اپنا لینے سے ترکیب کے بدلے ترکیب مل سکتی ہے اور اظہار کے جامع اور مختصر پیرائے ہاتھ آ سکتے ہیں۔

میں "ہماری زبان" کے ذریعے سے یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ غالب کے سلسلے میں اگر "وفات صدی" نہیں تو "صدی" کا استعمال متفقہ طور پر جلد از جلد شروع کر دیا جائے مثلاً غالب صدی، غالب صدی تقریبات، غالب صدی کمیٹی اور غالب صدی ایڈیشن وغیرہ اس طرح استعمال کی جو سہولت اور یکسانیت پیدا ہوگی اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (ابو محمد سحر)

## غالب کی حیات پر مبنی فلم کی ضرورت

"ہماری زبان" اور دیگر اخبارات کے ذریعہ "غالب برسی" کے سلسلے میں منعقد ہونے والی تقریبات کے انتظامات کا پتہ چلتا رہتا ہے لیکن یہ بات خصوصاً محسوس کی جا رہی ہے کہ اس سلسلے میں ہماری فلم انڈسٹری ہنوز خاموش و غیر متعلق سی ہے حالانکہ فلمی دنیا میں اردو زبان اور خصوصاً غالب کے پرستاروں کی کمی نہیں ہے۔ حکومت ہند اگر غالب کے متعلق کوئی ڈاکومنٹری فلم تشکیل دیتی ہے تو اس سے یہ تقاضہ پورا نہیں ہوگا در اصل غالب کی حیات پر مبنی ایک FULL LENGTH فلم کی تشکیل کے ذریعہ ہی فلم انڈسٹری صحیح معنی میں اس "شاعر اعظم" کو خراج عقیدت پیش کر سکتی ہے۔ فلمی دنیا میں چند اہم شخصیتیں ایسی ضرور موجود ہیں جو اس سلسلے میں ہر ممکن مدد اور معاونت کر سکتی ہیں حکومت ہند کی قائم کردہ "فلم فنانس کارپوریشن" اس فلم کے لئے فنانس مہیا کر سکتی ہے۔

کچھ عرصہ پیشتر مصنف اختر مرزا نے اعلان کیا تھا کہ وہ غالب سے متعلق فلم بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنائیں۔ میرا خیال ہے دلیپ کمار اور مینا کماری سے اگر اختر مرزا صاحب اس سلسلے میں گفتگو کریں تو ان فنکاروں کی ادب نوازی کے پیش نظر یقین ہے کہ یہ دونوں فنکار اس فلم میں بلامعاوضہ کام کرنے کے لئے راضی ہو جائیں گے۔ اسی طرح اس فلم کے لئے پرتھوی راج کپور، مراد، دینا، سپرو، جانی واکر، اجیت، ارشد، نغمی وغیرہ سے بھی برائے نام معاوضہ پر "کنٹریکٹ" کیا جا سکتا ہے۔ فلم کی کہانی اور مکالمات اختر مرزا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں اور چونکہ وہ حال ہی میں غیر ملکی دورہ سے واپس آئے ہیں جہاں انھیں غالب کے متعلق ریسرچ کے سلسلے میں مدعو کیا گیا تھا لہٰذا وہ اس فلم کی ڈائرکشن کے لئے بھی موزوں ترین شخص ثابت ہوں گے۔ اس فلم کی موسیقی کسی ایک موسیقار کے سپرد کرنے کے بجائے اگر مختلف موسیقاروں سے ایک ایک نغمہ تخلیق کروا کے (ممکن ہو تو بلامعاوضہ) شامل کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس سلسلے میں نوشاد، سچن دیو برمن، مدن موہن، سلیل چودھری، خیام اور ہیرا ماسٹر داس (۔۔۔) کے موسیقاروں جیسی یونس ملک، اور [illegible] کا انتخاب موزوں رہے گا۔ غالب کی غزلیں گانے کے لئے معروف گلوکار [illegible] اور [illegible] کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان فنکاروں کا تعاون حاصل ہو جائے تو ایک معیاری اور کامیاب فلم تخلیق کی جا سکتی ہے۔

یہاں یہ ذکر بیجا نہ ہوگا کہ چند سال پیشتر سہراب مودی نے "مرزا غالب" نامی فلم بنائی تھی جو نہ صرف کامیاب ثابت ہوئی بلکہ "صدر جمہوریہ اعزاز" بھی حاصل کیا۔ (متین الرحمٰن)

## شعراء کے دیوان درکار ہیں

مندرجہ ذیل شعراء کے دیوان درکار ہیں۔ جن شعراء کے زائد دیوان ہیں وہ سب درکار ہیں۔ ممنون ہوں گا اگر کوئی صاحب اس سلسلے میں میری امداد فرمائیں۔ دیوان قیمتاً بھی لے جا سکتے ہیں اور دیانتداری سے واپسی کی شرط پر بھی۔ شعراء کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سراج الدین خان آرزو اکبرآبادی ۲۔ سید حسن عسکری عرف میر کلو عرش لکھنوی (خلف میر) ۳۔ شیخ محمد جان صاحب شاد لکھنوی (پیر دبیر) ۴۔ خواجہ عشرت لکھنوی ۵۔ منشی پیارے لال شاکر میرٹھی۔

اگر کسی صاحب کو پتہ ہو کہ ان شعراء کے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ دیوان کس جگہ دستیاب ہو سکتے ہیں یا محض دیکھنے کے لئے مل سکتے ہیں تو اس کی اطلاع بھی دے دیں میں ان کا ممنون ہوں گا۔

(مسٹر کی ولیم ہما، ایل-اے)

## مرزا غالب کے یوم پیدائش پر درمیانی الکشن نہیں ہوگا

بنارس۔ الکشن کمیشن نے غالب کی صد سالہ تقریبات کمیٹی کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ درمیانی مدت کے انتخابات اتر پردیش میں ۱۵ فروری کو نہ کرائے جائیں کیونکہ اس دن اردو کے عظیم شاعر مرزا غالب کا یوم پیدائش ہوگا۔ اور اس موقع پر غالب صد سالہ کمیٹی تقریبات منائے گی۔ غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب پی۔ ایس سیٹھی نے آج اپنے ایک اخباری بیان میں اس بات کا اعلان کیا۔ جناب پی۔ ایس سیٹھی جنرل سکریٹری غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی نے اپنے اخباری بیان میں یہ بھی کہا کہ حکومت ہند اس بات پر رضامند ہو گئی ہے کہ ۱۵ فروری کو ۱۵ پیسے کا مرزا غالب یادگاری ٹکٹ جاری کیا جائے۔ جناب سیٹھی نے کہا کہ کمیٹی نے مرکزی حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ ۱۵ فروری کو عام تعطیل منائی جائے کمیٹی کی اس تجویز پر حکومت ہند غور کر رہی ہے اور یہ معاملہ ریاستی حکومت کے بھی زیر غور ہے۔ جناب سیٹھی نے کہا کہ کمیٹی نے وزارت ریلوے سے کہا ہے کہ آگرہ ریلوے اسٹیشنوں میں سے کسی ایک اسٹیشن کا نام "مرزا غالب" رکھا جائے۔ وزارت ریلوے اس تجویز پر تیزی سے غور کر رہی ہے۔ (قومی آواز)

## آگرہ میں غالب کا مکان قومی یادگار بنایا جائے

بنارس۔ غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی اتر پردیش نے صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین اور گورنر یو پی ڈاکٹر بی گوپالا ریڈی سے یہ درخواست کی ہے کہ آگرہ میں مرزا غالب کے مکان کو حکومت حاصل کر کے اسے قومی یادگار بنا دے۔ غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی اتر پردیش کے جنرل سکریٹری جناب پی ایس سیٹھی نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ گورنر یوپی نے اپنے حالیہ دورہ آگرہ کے دوران مرزا غالب کے مکان کے سلسلے میں ضلع حکام سے بات چیت کی۔ انھوں نے کہا کہ اکتوبر میں غالب کی غزلوں پر طلبہ اور طالبات کا ایک شعری مقابلہ غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کے زیر اہتمام ہوگا۔ اور ایک خواتین کا غالب کی طرح پرمشاعرہ بھی اس سلسلہ میں ہوگا لکھنؤ میں یا بنارس میں غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی کا اجلاس نومبر میں ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ دسمبر میں کانپور میں غالب کی شاعری پر ایک سمینار ہوگا جس میں ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے ممتاز عالم شرکت کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ ستمبر میں فرقہ واریت کے خلاف ایک کل ہند کنونشن لکھنؤ میں ہوگا جس میں ممتاز ادیب اور شاعر شرکت کریں گے۔ (قومی آواز)

## سرکاری ریاستی غالب کمیٹی کے عہدیداران نامزد

لکھنؤ۔ مرکزی غالب صد سالہ یادگار کمیٹی کے نائب صدر اور اتر پردیش میں سرکاری یادگاری کمیٹی قائم کرنے کے لئے مجاز پنڈت آنند نرائن ملا (ایم۔پی) نے ریاستی کمیٹی کے عہدیداروں کو نامزد کر دیا ہے۔ ریاستی غالب صد سالہ یادگار کمیٹی کے صدر گورنر یو پی ڈاکٹر بی گوپالا ریڈی نامزد کئے گئے ہیں اور نائب صدر مقبول احمد لاری ہیں جو آل انڈیا میر اکاڈمی کے صدر ہیں۔ ریاستی کمیٹی کے جنرل سکریٹری لکھنؤ کے میئر ڈاکٹر (ایم۔ ایم) ایس سدھو نامزد کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ مرکزی غالب کمیٹی کی طرف سے اتر پردیش میں سرکاری (آفیشل) غالب کمیٹی بنانے کے لئے ملا صاحب کو (جو مرکزی غالب کمیٹی کے نائب صدر بھی ہیں) مجاز کیا گیا ہے اس سلسلے میں ملا صاحب نے ایک مفصل بیان ایک اجتماع میں بتایا تھا کہ ریاستی کمیٹی کے لئے وہ جلد ہی عہدیداروں کو نامزد کریں گے۔ مرکزی کمیٹی کے نائب صدر پنڈت آنند نرائن ملا نے یہاں موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق گذشتہ ہفتے دلی میں تین عہدیداروں کو صدر گورنر یوپی ڈاکٹر بی گوپالا ریڈی نائب صدر جناب مقبول احمد لاری اور جنرل سکریٹری ڈاکٹر (ایم ایم) ایس سدھو کو نامزد کیا ہے۔ ان عہدیداروں کے علاوہ ریاستی کمیٹی کے ممبران بھی نامزد کئے جائیں گے اور یہ ممبران ریاست کے مختلف حصوں اور اہم شہروں اور حلقوں سے ہوں گے۔ پتہ چلا ہے کہ ملا صاحب جو اس وقت لوک سبھا کے اجلاس کی وجہ سے دلی میں قیام پذیر ہیں جلد ہی یہاں واپس آ کر اس سلسلے میں ضروری کارروائی کریں گے۔ (قومی آواز)

## روس میں غالب کی برسی منانے کی تیاریاں

ہندوستان کے عظیم شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کی سو ویں برسی ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء کو منائی جائے گی۔ شاعر کے اپنے وطن کی طرح سوویت یونین میں بھی اس کی تیاریاں جاری ہیں۔ روس میں سائنسوں کی اکاڈمی کے ایشیائی اقوام کے انسٹی ٹیوٹ نے ایک خاص تیاری کمیٹی قائم کر دی ہے کمیٹی کے لئے منتخب کئے جانے والے عالموں اور ادیبوں نے اس تقریب کے لئے ابھی سے ہی ایک پروگرام تیار کر لیا ہے سوویت ادیبوں نے ۱۹۶۹ء کو مرزا غالب کا سال قرار دیا ہے اور یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ اس سال غالب پر اور بھی زیادہ کتابیں شائع کی جائیں۔ ان کی غزلوں کے اور بھی زیادہ ترجمے ہوں اور کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر ادبی تصنیفات کا انتظام کیا جائے۔ گذشتہ اکتوبر سے سوویت یونین میں مرزا غالب کی سو ویں برسی کے سلسلے میں بننے والی کمیٹی شاعر کی تصانیف پر مزید تحقیقی کام کو بڑھاوا دینے ان کی غزلوں کے ترجمے کرانے اور ان سے متعلق مواد تیار کرانے کا کام بڑے پیمانے پر کر رہی ہے جو ماسکو نیز دوسرے سوویت شہروں سے شائع کیا جائے گا۔ کمیٹی کی سرگرمیوں کا ایک اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس نے مختلف ملکوں میں ایسے عالموں اور ادیبوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ جو غالب کی زندگی اور تصانیف پر کام کر رہے ہیں ہندوستانی کمیٹی کی درخواست پر بعض ممتاز سوویت مستشرقوں کے مقالے ہندوستان

بھیجے جا رہے ہیں۔ ان میں پروفیسر دیاکوف اور پروفیسر اوسیپوف (۱۸۵۷ء) میں ہندوستانی قومی بغاوت کی تاریخ دار "ڈائری" مرزا غالب کی دلی ڈائری دستنبو، پروفیسر گوردون پولونسکایا "مرزا غالب کے سماجی، سیاسی، فلسفیانہ اور جمالیاتی تصورات" پروفیسر چلی شیف "غالب اور ۱۹ ویں صدی میں ہندوستان کی ادبی زندگی" نیز دوسرے لوگوں کے مقالات شامل ہیں سو ویں برسی کے موقع پر غالب کے بارے میں مضامین کا جو مجموعہ شائع ہوگا اس میں سوویت اور غیر ملکی دونوں ہی مستشرقین کے مقالے شامل ہوں گے۔

سوویت کمیٹی برسی کی تیاریوں کے سلسلے میں ہمہ تن مصروف ہے تجویز یہ بھی ہے کہ ہندوستانی علماء کو خاص مدت کے لئے مدعو کیا جائے تاکہ وہ سوویت مستشرقین کے کام میں مدد دے سکیں، ہندوستان کے عظیم شاعر غالب کی شاعری سے محبت کا جذبہ سوویت اور ہندوستانی مفکروں میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ (سیاست)

## علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے زیراہتمام

### غالب کے صدسالہ جشن کی تقریبات

علی گڑھ، ہندوستان کے عظیم شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کی صدسالہ برسی فروری ۱۹۶۹ء میں بڑے پیمانے پر پورے ملک میں اور بیرونی ممالک میں منائی جا رہی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے غالب کی صدسالہ برسی کی تقریبات کے سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی ہے جس کے صدر یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر جناب محمد فضل الرحمن اور کنوینر پروفیسر آل احمد سرور صدر شعبۂ اردو مقرر کئے گئے ہیں اس کمیٹی کے دیگر اراکین میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالعلیم شعبہ فارسی کے صدر ڈاکٹر نذیر احمد شعبہ ہندی کے صدر پروفیسر ہربنس لال شرما شعبہ عربی کے صدر ڈاکٹر مختار الدین احمد شعبہ اسلامیات کے صدر ڈاکٹر منیب الرحمن کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ یونیورسٹی کی اس کمیٹی نے ان تقریبات کے سلسلے میں جو پروگرام بنایا ہے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

تجوزہ کتابیں۔

۱۔ غالب کی اردو شاعری اور اردو نثر کی عظمت: تنقید مرتب پروفیسر آل احمد سرور

| | | |
|---|---|---|
| مضامین | غالب کی فکر۔ | ڈاکٹر وحید اختر |
| | غالب کا فن۔ | پروفیسر اسلوب احمد انصاری |
| | غالب کی اردو نثر۔ | ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی |
| | اردو ادب پر غالب کا اثر | پروفیسر آل احمد سرور |

۲۔ غالب کی فارسی شاعری کا انتخاب مع مقدمہ۔ نگراں ڈاکٹر نذیر احمد

۳۔ غالب کے اردو خطوط کا انتخاب (اردو اور دیوناگری رسم خط میں) پروفیسر آل احمد سرور

۴۔ غالب کے کسی غیر مطبوعہ یا نایاب رسالہ کی ترتیب۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد

۵۔ حیات غالب پر ایک ڈرامہ۔ ڈاکٹر منیب الرحمن

۶۔ غالب کی منتخب اردو اور فارسی شاعری کا انگریزی ترجمہ۔ پروفیسر آل احمد سرور

ان مجوزہ کتابوں کے علاوہ یونیورسٹی کمیٹی کے زیر اہتمام فروری ۶۹ء میں ایک سہ روزہ سیمینار کا انعقاد کیا جائے گا۔ غالب کی تصانیف اور غالب پر تصانیف کی ایک نمائش کی جائے گی، فرحت اللہ بیگ کا یادگار مشاعرہ اسٹیج کیا جائے گا، غالب ببلوگرافی جو شعبہ اردو مرتب کر رہا ہے پیش کی جائے گی اور ایک کل ہند مشاعرہ کیا جائے گا۔ یونیورسٹی کے علمی مجلے "فکر و نظر" کا ایک خاص نمبر شائع کیا جائے گا اور علی گڑھ میگزین کا ایک شمارہ ان مضامین پر مشتمل ہوگا جو غالب کی حیات اور شاعری پر علی گڑھ کے طلبہ اور اساتذہ لکھیں گے۔

صدسالہ تقریبات کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی غالب وظائف ہیں ان وظائف میں سے ایک وظیفہ (ڈھائی سو روپیہ ماہوار) اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے اور ایک وظیفہ (سو روپیہ ماہوار) ایم اے (اردو) کے طالب علم کو دیا جائے گا۔ ایک وظیفہ (سو روپے ماہوار) ایم۔ اے فارسی کے طالب علم کو بھی دیا جائے گا۔ ان وظیفوں کی مدت دو سال ہوگی۔

غالب کی صدسالہ تقریبات کے سلسلے میں یونیورسٹی کی طرف سے مندرجہ بالا تقریبات منانے کے لئے اور غالب وظائف کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ایک معقول رقم منظور کی ہے۔

(شہریار پبلسٹی اینڈ پبلیکیشنز انچارج شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

## گوالیار میں غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی کی تشکیل اور صوبائی کمیٹی سے الحاق

جبل پور۔ گوالیار علاقہ میں باقاعدہ غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی کی تشکیل عمل میں آگئی ہے۔ اس کا الحاق صوبائی کمیٹی سے عمل میں آیا ہے گوالیار کمیٹی نے اپنا دائرہ ملحقہ علاقوں بھنڈ، مورینا، شیوپوری، بھنا اور گنا تک بڑھانا شروع کر دیا ہے اور ان علاقوں کے علم دوست حضرات بھی اپنے اپنے علاقوں میں اردو کے اس عظیم شاعر کے شایان شان کمیٹیاں تشکیل دینے اور پروگرام بنانے میں مصروف ہیں۔ گوالیار کمیٹی کے زیر اہتمام غالب لائبریری کی تشکیل، غالب پر ببلوگرافی اور دوسرا علمی کام زیر تکمیل ہے۔ کمیٹی نے یہ بھی ذمہ داری لی ہے کہ وہ جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کامل میں جو طالب علم غالب کا خصوصی پرچہ لیں گے انھیں وہ کتب فراہم کرے گی۔ اس طرح غالب پر ایک جامع لائبریری کی تشکیل بھی عملاً ممکن ہوگی۔ کمیٹی میں سرکردہ شہری، ممتاز ادباء و شعراء، دانشور، اساتذہ اور سماجی و سیاسی رہنما شریک ہیں۔ اس کے کنوینر اسلام الدین صاحب قریشی نائب معتمد انجمن ترقی اردو گوالیار جو کہ پنچایت و ویلفیئر ڈپارٹمنٹ میں ڈویژنل لائبریرین بھی ہیں سرگرمی کے ساتھ پروگرام کو عملی جامہ

بنانے میں مصروف ہیں دیگر اراکین میں قاضی ریاض الدین انصاری سرپرست انجمن ترقی اردو کوالیار، محترمہ پریما چوہدری ڈائرکٹر ایجوکیشن گورنمنٹ آف انڈیا، محترمہ فاطمہ بیگم، پروفیسر جمیل نقوی، جناب اردوہان جی، پروفیسر وشو داس ہائی، جناب مدن بھٹناگر، جناب ہیم چند ماتھر چیرمین سبکاری بھنڈ ار، جناب پریم چند کشپ سوز سابق ایم۔ایل۔اے، ڈاکٹر کومل سنگھ سولنکی، ڈاکٹر لکشمی چند گپتا، ڈاکٹر جگدیش مٹل، پروفیسر مبارک علی خاں (گورنمنٹ میونسپل کالج)، جناب وقار احمد صدیقی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کوالیار، جناب گنگا پرشاد اپادھیا، محترمہ نادرہ سلطان، جناب سنتوش نگم، جناب رؤف محمد خاں، جناب نثار رحیم زبیری، جناب کاشی ناتھ گپتا سینئر جیواجی یونیورسٹی کورٹ شامل ہیں۔

(نامہ نگار)

## برطانیہ میں بچوں کے لئے اردو تعلیم کا مطالبہ

لیڈز میں رہنے والے ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کو یہ شکایت ہے کہ چونکہ ان کے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں ہندی اور اردو کی تعلیم نہیں دی جاتی اس لئے آئندہ زندگی میں انھیں نقصان پہنچ سکتا ہے یہ ہندوستانی اور پاکستانی ایک ایسوسی ایشن قائم کرنا چاہتے ہیں جو شہر کے تعلیمی حکام کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرے گی۔ مقصد یہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں ہندی اور اردو کے مضامین کو بھی شامل کیا جائے۔ یہ تجویز ایک اسکول ٹیچر جناب ایس۔ اے۔ اے بخاری نے پیش کی ہے جو لیڈز کے مسلمانوں کی کونسل کے صدر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ گو یہ بچے گھر میں ہندی اور اردو بولتے ہیں لیکن اگر انھیں اسکول میں ان مضامین کی تعلیم نہ دی گئی تو وہ اپنی مادری زبان پر موثر قسم کا عبور حاصل نہیں کر سکیں گے۔ جناب بخاری نے کہا کہ ایسی مثالیں اکثر ملتی ہیں جب یہ بچے ہندوستان یا پاکستان واپس گئے تو وہ اپنے رشتہ داروں سے ہندی یا اردو میں روانی سے بات چیت نہیں کر سکتے تھے۔ ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ان کے بچوں کو اسکولوں میں مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی، تاکہ وہ ہندوستانی سماجی اخلاقیات سے واقف ہو سکیں۔ جناب بخاری نے جو مسائل اٹھائے ہیں ان پر لیڈز کے افسر تعلیم جناب ٹیلر نے رائے زنی کرنے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ بچوں کے والدین مجھ سے ملنا چاہیں تو میں بڑی خوشی سے ان کی باتیں سننے کے لئے تیار رہوں گا۔ (قومی آواز)

## نوٹنگھم میں برطانیہ کی پہلی اردو لائبریری کی سالگرہ کا جشن

نوٹنگھم۔ نوٹنگھم میں برطانیہ کی پہلی اردو لائبریری کی سالگرہ کے جشن کا افتتاح کرتے ہوئے اس کے لائبریرین جناب ایم۔ اے حبیب نے کہا کہ جب لائبریری کا آغاز کیا گیا تھا تو بعض یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ لائبریری برطانیہ کے باشندوں اور تارکین وطن میں ایک علیحدگی پسندی کے رجحان کو فروغ دے گی لیکن اس کی کارکردگی نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ احساس باطل تھا۔ انھوں نے کہا کہ اس لائبریری نے برطانیہ کے باشندوں اور تارکین وطن کو ایک دوسرے سے قریب لانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے چنانچہ آجکل تقریباً پچاس آدمی اس لائبریری میں اردو کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں جس میں معلم، صنعت حفظان صحت کے افسران، گھریلو عورتیں اور سوشل ورکرز شامل ہیں۔ انھوں نے کہا کہ لائبریری کی ابتدا ایک ہزار کتابوں سے کی گئی تھی لیکن اب یہ تعداد دس گنا ہو گئی ہے اس کے ممبروں کی تعداد اب تقریباً ڈھائی سو ہو گئی ہے یہ لائبریری برطانیہ کے دوسرے حصوں میں اردو کے فروغ کا باعث ہوئی ہے چنانچہ برطانیہ کے مختلف حصوں میں اس قسم کی اردو لائبریری کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں پورے ملک میں کتابیں فراہم کی جا رہی ہیں نیز اسپتالوں میں مریضوں کو بھی کتابیں بھیجی جاتی ہیں۔ جناب ایم۔ اے حبیب نے کہا کہ اب اس کی ضرورت شدید طور پر محسوس کی جا رہی ہے کہ برطانیہ کے اسکولوں میں بھی اردو تعلیم کی سہولتیں ملیں اور مہاجرین کے بچوں کو اردو کی تعلیم ملے۔

لائبریری کے سالانہ جشن پر ممبر پارلیمنٹ اور دولت مشترکہ کے امور کے انڈر سکریٹری جناب ولیم وھٹلاک جو آج کل اسپتال میں ہیں باوجود اپنی علالت کے اس اردو لائبریری کے فروغ و ترقی کے لیے اپنی نیک خواہشات بھیجی ہیں موصوف کے پیغام کو جلسہ میں ان کی اہلیہ نے پڑھ کر سنایا۔ اردو لائبریری نوٹنگھم کے اس جلسہ میں جناب جیک ڈنٹ ممبر پارلیمنٹ، جناب مائیکل انگلش اور پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر جناب افضل اقبال بھی موجود تھے مسز ایس۔ جے بارگنٹ چیرمین شہری کونسل نے ہندوستانی پاکستانی بچوں کو جو انگریزی پڑھ رہے ہیں انعامات تقسیم کئے۔

(بہ شکریہ ایوننگ پوسٹ اینڈ نیوز لندن)

## نوٹنگھم میں اردو لائبریری کی سالگرہ کے موقع پر ہائی کمشنر

### ہندوستان متعینہ لندن کا پیغام

نوٹنگھم میں برطانیہ کی پہلی اردو لائبریری کی سالگرہ کے جشن پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے ہائی کمشنر متعینہ لندن جناب ایس۔ ایس۔ دھون نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ "مجھے نہایت مسرت ہے کہ میں نوٹنگھم میں اردو کتاب خانہ کے افتتاح کی پہلی سالگرہ کے موقع پر اپنی مبارکباد بھیج رہا ہوں۔ اردو کا شمار ہندوستان کی اہم زبانوں میں ہوتا ہے اور ہندوستان کے دستور اساسی نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں کی ایک بھاری اکثریت کی مادری زبان اردو ہے ہندوستان

نے اردو نظم و نثر کے معروف صاحب قلم پیدا کئے ہیں جیسے غالب، ذوق، برج نرائن چکبست، رتن ناتھ سرشار، داغ، تلوک چند محروم، میر و سودا، اقبال، انیس، سوہن سنگھ جوشی، فراق، افق وغیرہ اور یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے اردو ایک طاقتور زبان ہے اور اس کی قوت بیانیہ دنیا کی دوسری اہم زبانوں کے ہم پلہ ہے سب سے بڑھ کر اردو ہمارے عظیم ہمسایہ ملک کی سرکاری زبان ہے اور اس وجہ سے ہندو پاکستان کے درمیان ثقافتی رابطہ کا کام دیتی ہے۔ اس مبارک موقع پر میں فوشنگم کی اردو لائبریری اور اردو زبان سے دلچسپی رکھنے والے افراد و جماعت کو اپنی تبریکات اور نیک تمنائیں بھیجتا ہوں۔ (ایم اے۔ جیب)

## لسانی اقلیتوں اور اردو کے مسائل کو حل کرنے کی ضرورت سے اتفاق

حیدرآباد۔ ریاستی وزیر تعلیم جناب پی وی نرسمہا راؤ نے لسانی اقلیتوں پر تین سے زائد زبانوں کے موجودہ بوجھ اور اس سلسلہ میں حائل دشواریوں کی یکسوئی سے غور و فکر اور ٹھوس فیصلہ کو ضروری و ناگزیر قرار دیا اور انکشاف بھی کیا ہے کہ ریاست اس سلسلہ میں مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے رہی ہے وزیر تعلیم نے اولیائے طلبہ کمیٹی چادر گھاٹ نادر علی بیگ کی جانب سے کل شام ان کے اعزاز میں منعقدہ ایک تقریب میں ماہرین تعلیم پر زور دیا کہ وہ لسانی فارمولے کو اقلیتوں کے لئے بھی قابل عمل بنانے کی تدابیر پیش کریں وزیر تعلیم نے اردو سے متعلق مسائل کو حل کرنے کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے اس سلسلہ میں اختیار کردہ پالیسی پر موثر عمل آوری کو ممکن بنانے کا تیقن بھی دیا۔ انھوں نے اردو کو کسی مخصوص مذہب سے وابستہ کرنے کی موجودہ ذہنیت سے سخت اختلاف کرتے ہوئے لسانی امور میں مذہب کا سوال ہی نہیں کیا جانا چاہئے اردو سے اپنے تعلق و وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بیان کیا کہ وہ زمانہ طالب علمی میں اردو میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے رہے ہیں اور اس زبان پر ان کا گہرا عبور ہے۔ وزیر تعلیم نے بتایا کہ تلگو کو نظم و نسق کی زبان بنانے میں حائل دشواریوں کو دور کیا جا رہا ہے۔ وزیر تعلیم نے انگریزی بات چیت اور تعلیم کے موجودہ رجحان کو "جنون" قرار دیا کہ ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کو فروغ دیا جانا چاہئے انھوں نے اردو مسائل کے سیاسی استحصال اور جذبات کو بھڑکانے والی تحریروں پر اپنی شدید ناپسندیدگی ظاہر کی۔ اس ریاست میں تلگو کے علاوہ اردو کی ترویج کے مواقع بھی حاصل رہیں گے۔

(الجمعیۃ)

## ناگارجنا ساگر میں اردو مدرسہ کا قیام

نلگنڈہ (دجے پوری شمالی ناگارجنا ساگر)۔ ناگارجنا ساگر پراجکٹ پر اردو کے پہلے مدرسہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور تعلیم بھی شروع ہو چکی ہے۔ اس وقت اس مدرسہ کے طلبہ کی تعداد (۴۰) ہے اردو کی متوازی جماعتیں پیلان بازار کے سنٹرل پرائمری اسکول بلاک (۵) میں قائم ہوئی ہیں۔ بزم کے معتمد شوجی نے پیلان کالونی اور ہل کالونی کے اردو والوں سے ان کے بچوں کو اس مدرسہ میں شریک کرنے کی خواہش کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہو جائے تو آئندہ سال بزم اردو مدرسہ کے لئے علیحدہ عمارت کی کارروائی شروع کر دے گی۔

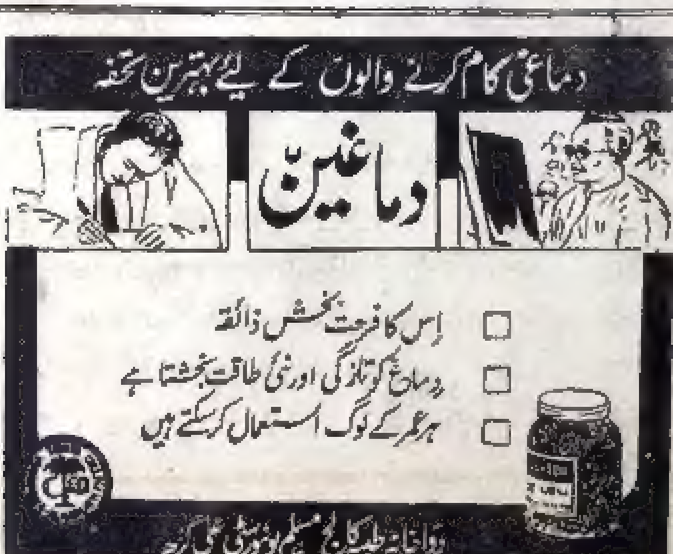
## فانی بدایونی کے مزار کی مرمت و تعمیر کی اپیل

حیدرآباد۔ مقامی ادبی تنظیم "بزم صبا" نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال فانی کی ۴۰ ویں برسی کے موقع پر ان کے مزار کی مرمت اور شایان شان یادگار تعمیر کی جائے شوکت علی خاں فانی کا مزار یہاں یوسف صاحب شریف صاحب کی شہود درگاہ میں ہے ۴۰ برس پہلے ۶۰ سال کی عمر میں ان کا حیدرآباد میں ۹ برس کے قیام کے بعد انتقال ہوا تھا۔ بزم صبا نے اس اندیشے کا اظہار کیا ہے کہ مزار کی مرمت اور تعمیر نہ کی گئی تو اس کا حشر بھی میر، ذوق اور دوسرے بڑے اردو شاعروں کی آخری یادگار مزار کی طرح ہوگا۔

(قومی آواز)

## ہندوستانی زبانوں میں اردو اخبارات کی تعداد دوسرے نمبر پر

نئی دہلی۔ ملک میں اخبارات اور دیگر پرچوں کی تعداد میں ۱۰۰ اور اشاعت میں تقریباً دو لاکھ کا اضافہ ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ یہ بات اخبارات کے رجسٹرار کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۷۷ء میں بتائی گئی ہے۔ رپورٹ پارلیمنٹ میں وزیر اطلاعات و نشریات کے سامنے پیش کی گئی ۱۹۷۷ء میں ہندوستانی اخبارات میں ۹۴۹ روزنامے، ۹۹۴ ہفت روزہ اور ۱۱۰۸ دیگر پرچے تھے ہندی اخبارات کی تعداد سب سے زیادہ یعنی ۲۲۰۰ رہی اس کے بعد انگریزی کے اخبارات ۹۵۵ ان کے بعد اردو کے اخبارات ۹۴۸ کا نمبر رہا۔



## مکتوب بھوپال

**اردو میں ایم۔اے کرنے سے طلبہ کو دلچسپی۔** بھوپال۔اس برس ایم۔اے اردو میں طلبہ نے داخلہ لینے میں بڑی دلچسپی دکھائی۔اس وقت تک صرف بھوپال کے کالجوں میں ۵۹ طلبہ داخلہ لے چکے ہیں حمیدیہ کالج لکشمی بائی گرلز کالج اور سیفیہ کالج میں ایم۔اے تک اردو کی تعلیم کا بندوبست ہے۔یہ تعداد گذشتہ دس سال میں سب سے زیادہ ہے صرف حمیدیہ کالج میں اس برس ۳۲ طلبہ نے داخلہ لیا جبکہ۔لکشمی بائی گرلز کالج میں ۱۵ طالبات نے اور سیفیہ میں ۱۲ داخلے ہوئے ان سب کالجوں میں بی۔اے میں بھی تقریباً چار سو طلبہ و طالبات نے اردو کو بحیثیت اختیاری مضمون کے لیا ہے۔

**غالب پر طرحی مشاعرے۔** بھوپال میں ادارہ تجدید ادب، جو کہ گذشتہ دو سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ ہر ماہ طرحی مشاعرہ کراتی رہی ہے اس نے اس پورے سال کو "یاد غالب" کا نام دے کر غالب کی کسی غزل کے مصرع کو بطور طرح دے کر مشاعروں کا اہتمام کیا ہے ویسے تو ہم دوماں گو اس سلسلہ کا پانچواں مشاعرہ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کے جنرل سکریٹری جناب آفاق احمد کی صدارت میں ہوا جس میں ۴۴ شعراء نے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا مصرع طرح تھا: "پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں"

انجمن ترقی اردو جبلپور بھی اس پورے سال ہر ماہ غالب کی غزل کا مصرع دے کر طرحی مشاعرہ کرنے کا اعلان کر چکی ہے اور ابھی تک کامیابی کے ساتھ تین مشاعرے کر چکی ہے۔

**علامہ اقبال پر توسیعی لیکچرز۔** لکشمی بائی گرلز کالج میں "یاد رفتگاں" کے عنوان سے توسیعی لیکچرز کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے اس کا پہلا لیکچر جناب ممنون حسن خاں نے علامہ اقبال پر دیا۔ممنون صاحب اقبال کے بھوپال میں قیام کے دوران کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔آپ نے کلام اقبال کی مشکلات اور ان کے حل پر تقریباً ایک گھنٹہ تک روشنی ڈالی آپ نے اقبال کے بارے میں کہا کہ علامہ ایک ذہنی اور شعور کی انقلاب کے حامی تھے۔ وہ ایک شاعر، فلسفی، ایک حکیم، ایک دانائے راز تھے، انھوں نے غلام آبادی میں آزادی کے گیت گائے۔نوجوانوں کے کردار کی تکمیل کی ضرورت کو سمجھا اور انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو ابھارا۔

**اندور گرلز کالج میں اردو کا مطالبہ۔** مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو کے آفس سکریٹری جناب احسان صدیقی نے وزیر تعلیم کو ایک خط لکھا ہے جس میں اندور گرلز کالج میں اردو کو بحیثیت ایک مضمون شامل کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔اس کی نقول سکریٹری ایجوکیشن اور ناظم زیر تعلیم کو بھی ارسال کی گئی ہیں۔اس سے قبل اندور انجمن ترقی اردو کے صدر جناب دریا بی علیم بھی ایک میمورنڈم کے ذریعہ وزیر تعلیم سے یہ مطالبہ کر چکے ہیں۔

(نامہ نگار)

## اردو گھر فنڈ

۱۷ اگست ۱۹۶۸ء سے ۳۱ اگست ۱۹۶۸ء تک

| نمبر شمار | نام و مقام مستقل | رقم چندہ | ذریعہ ترسیل و وصولی | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | بیگم انیس قدوائی | ۱۰۰/- | چیک | خود |
| ۲۔ | قیصر جہاں صاحبہ شیر پور | ۱۰۰/- | منی آرڈر | خود |
| ۳۔ | شریف احمد صاحب دہلی | ۵/- | چیک | معرفت ڈاکٹر گوپی چند نارنگ |
| ۴۔ | گندن لال صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۵۔ | انور کمال حسینی صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۶۔ | سید اطہر حسین صاحب نقوی دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۷۔ | نفیس جہاں صاحبہ دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۸۔ | سید حامد حسین صاحب خضر دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۹۔ | کرشن چندر شرما صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۰۔ | لارنس پال صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۱۔ | محمد ارشاد صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۲۔ | علاء الدین عباسی صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۳۔ | اونکار سنگھ دیک صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۴۔ | ڈاکٹر قمر رئیس صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۵۔ | زبیر رضوی صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۶۔ | قاضی افتخار احمد صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۷۔ | بلراج کومل صاحب دہلی | ۲۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۸۔ | محمود ہاشمی صاحب دہلی | ۵/- | 〃 | 〃 |
| ۱۹۔ | عبدالعلی خاں صاحب بیجاپور | ۲۵/- | منی آرڈر | 〃 |
| ۲۰۔ | شریف الحسن عثمانی صاحب لکھنؤ | ۲/- | 〃 | 〃 |
| ۲۱۔ | معرفت مسز سعیدہ سلطان صاحبہ دہلی | ۵۰۰/- | چیک | تفصیل آئندہ |
| ۲۲۔ | منشی محمد علیم الدین صاحب بنگلور | ۱/- | منی آرڈر | خود |
| ۲۳۔ | عبدالرزاق صاحب بمبئی | ۱۰/- | 〃 | 〃 |
| | | ۸۳۸ | | |
| | سابقہ میزان | ۹۹ ۲ ۴۴۵ | | |
| | کل میزان | ۹۹ ۳ ۳ ۸۳/- | | |

**صفحہ ۲ سے آگے**

سماجی شعور اور اس طرح کی چیزیں نکال دینے سے اچھی اور ترقی پسند شاعری برآمد ہو جاتی؟ آج جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شہری زندگی کا کرب، صنعتی دور کے انسان کی تنہائی، نا آسودگی خوف، احساس، شکست وغیرہ کو ادب کے اس مشین میں ڈال دیں تو جدید شاعری بن جائے گی وہ دراصل ادبی تخلیق کے سلسلے میں رویئے اور طریق کار کے اعتبار سے سطحی ترقی پسندوں سے زیادہ مختلف نہیں ہیں میں فارمولے والے جدید شاعروں کو بھی اسی مشینی قسم کے ترقی پسندوں اور تحریک زدہ شعراء کی ہی اولاد سمجھتا ہوں یہ الگ بات ہے کہ یہ لوگ سب سے زیادہ اپنے انھیں اجداد سے برہم ہیں اور ان کے اجداد کو بھی دن رات انھیں کا غم ستاتا رہتا ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید بنیاد علی نے لیتھو کلر پرنٹرس میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا